

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

Allama Iqbal Open University Solved Assignments Spring 2026

Course Code:	405 Code
Course Name:	Iqbaliat (اقبالیات)
Class:	BA
Total Credit Hours	6
Total Assignments	4

گھر بیٹھے حل شدہ مشقیں، گیس پیپرز، کتابیں اور خلاصے حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں واٹس ایپ نمبر: 03036940016

نوٹ: ہم طلبہ کے لیے جامع اور معیاری تعلیمی خدمات فراہم کرتے ہیں۔ ہماری خدمات میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز، سابقہ پرچے، تازہ ملازمتوں کی معلومات، آن لائن سی وی تیار کرنا، ملازمت کے لیے درخواست دینا، یونیورسٹی داخلوں میں رہنمائی اور درخواست جمع کروانا شامل ہیں۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی سے متعلق طلبہ کے ہر قسم کے تعلیمی اور رہنمائی کے کام میں مکمل تعاون فراہم کیا جاتا ہے تاکہ طلبہ کو ایک ہی جگہ پر تمام ضروری سہولیات میسر آسکیں۔



واٹس ایپ گروپ جوائن کرنے کے لیے سامنے دیے گئے لنک پر کلک کریں۔



واٹس ایپ چینل جوائن کرنے کے لیے سامنے دیے گئے لنک پر کلک کریں۔



یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں [MrPakistani](http://MrPakistani.com) ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

Assignment 1

سوال نمبر 1: درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں۔

(1) علامہ اقبال نے ایم اے کا امتحان کب پاس کیا؟

جواب: علامہ اقبال نے پنجاب یونیورسٹی سے 1899ء میں فلسفے میں ایم اے (M.A.) کا امتحان پاس کیا۔ انہوں نے اس امتحان میں پوری یونیورسٹی میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور سونے کا تمغہ (گولڈ میڈل) جیتا۔

(2) علامہ اقبال مجلس قانون ساز کے رکن کب منتخب ہوئے؟

جواب: علامہ اقبال نومبر 1926ء میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل (مجلس قانون ساز) کے رکن منتخب ہوئے۔ وہ لاہور شہر کی مسلم نشست سے بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے اور 1929ء تک اس کے رکن رہے۔

(3) علامہ اقبال نے "بیرسٹریٹ لاء" کی ڈگری کس ملک سے حاصل کی؟

جواب: علامہ اقبال نے "بیرسٹریٹ لاء" (باریٹ لاء) کی ڈگری انگلستان (برطانیہ) سے حاصل کی۔ انہوں نے لندن کی مشہور قانونی درسگاہ "لنکنز ان (Lincoln's Inn)" سے وکالت کی یہ ڈگری مکمل کی۔

(4) اقبال کو میکلوڈ عربک ریڈر کی ملازمت کب ملی؟

جواب: علامہ اقبال کو ایم اے کا امتحان پاس کرنے کے فوراً بعد 1899ء میں اورینٹل کالج، لاہور میں "میکلوڈ عربک ریڈر (McLeod Arabic Reader)" کی حیثیت سے ملازمت ملی، جہاں انہوں نے تاریخ اور معاشیات کے مضامین بھی پڑھائے۔

(5) علامہ اقبال نے کس استاد کی راہنمائی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا؟

جواب: علامہ اقبال نے جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے اپنا مشہور تحقیقی مقالہ "ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقاء (The Development of Metaphysics in Persia)" پر ڈیفنس ایف ہول (Professor Fritz Hommel) کی زیر نگرانی اور راہنمائی میں مکمل کیا۔

(6) علامہ اقبال نے "بال جبریل" کا پہلا کی نام تجویز کیا تھا؟

جواب: علامہ اقبال نے اپنے دوسرے اردو شعری مجموعے "بال جبریل" کا ابتدائی یا پہلے نام "نشان منزل" تجویز کیا تھا، جسے بعد میں تبدیل کر کے "بال جبریل" رکھ دیا گیا۔

(7) علامہ اقبال بھوپال جاتے تو کس کے پاس ٹھہرتے تھے؟



یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

جواب: علامہ اقبال جب بھی ریاست بھوپال کے دورے پر جاتے تو وہاں کے وزیر تعلیم اور اقبال کے قریبی دوست سر راس مسعود (جو سر سید احمد خان کے پوتے تھے) کے ہاں یا ریاستی مہمان خانے (سرکاری مہمانی) میں قیام کرتے تھے۔ سر راس مسعود سے ان کے گہرے فکری و دلی تعلقات تھے۔

(8) علامہ اقبال کا شعری مجموعہ "بال جبریل" کب شائع ہوا؟

جواب: علامہ اقبال کا دوسرا بڑا اردو شعری مجموعہ "بال جبریل" جنوری 1935ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا، جس میں ان کے دورِ عروج کا کلام شامل ہے۔

"(9) بال جبریل" کے شروع میں "بھرتی ہری" کا کون سا شعر درج ہے؟

جواب: "بال جبریل" کے سرورق یا آغاز پر سنسکرت کے مشہور قدیم شاعر بھرتی ہری کا درج ذیل شعر درج ہے:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

(10) اقبال نے ضرب کلیم کا پہلے کیا نام تجویز کیا تھا؟

جواب: علامہ اقبال نے اپنے تیسرے اردو مجموعہ کلام "ضرب کلیم" کا پہلا یا ابتدائی نام "سورہ تقدیر" تجویز کیا تھا، تاہم اشاعت کے وقت اس کا نام "ضرب کلیم" (یعنی دورِ حاضر کے خلاف اعلانِ جنگ) رکھا گیا۔

سوال نمبر 2: مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی دو پر نوٹ لکھیں۔

(الف) تعارف "مثنوی مسافر"

پس منظر اور محرکات

"مثنوی مسافر" علامہ اقبال کی ایک مختصر مگر نہایت اہم فارسی مثنوی ہے جو ان کے آخری دورِ کلام کی یادگار ہے۔ یہ مثنوی اکتوبر 1933ء میں علامہ اقبال کے سفر افغانستان کے پس منظر میں لکھی گئی۔ افغانستان کے بادشاہ نادر شاہ شہید کی دعوت پر علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کے ہمراہ کابل گئے تھے۔ اس سفر کا مقصد افغانستان کے تعلیمی نظام کی اصلاح اور خاص طور پر کابل یونیورسٹی کے قیام کے لیے مشورے دینا تھا۔ اس سفر کے دوران علامہ اقبال افغان قوم کی غیرت، شجاعت اور ان کے تاریخی مقامات سے شدید متاثر ہوئے، جس کا اظہار انہوں نے اس مثنوی میں کیا۔

فکری و فنی مباحث

یہ مثنوی فنی لحاظ سے بحر متقارب میں ہے (جو فردوسی کے شاہنامہ کی بحر ہے)۔ اس میں کل اشعار کی تعداد تقریباً ڈھائی سو ہے۔ کتاب کا آغاز "سفر کابل" کے احوال سے ہوتا ہے، جہاں اقبال افغانوں کو ان کی عظیم تاریخ اور اسلامی روایات کی یاد دلاتے ہیں۔ اس مثنوی میں اقبال نے درج ذیل اہم فکری نکات اٹھائے ہیں:

- حاکمیتِ الہیہ کا تصور: اقبال واضح الفاظ میں کہتے ہیں کہ زمین اور اس کے تمام خزانے اللہ کی ملکیت ہیں، انسان محض اس کا امین ہے۔



[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](#)

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

- افغان قوم کی بیداری: اقبال ایشیا کے امن کو افغانستان کے امن سے مشروط کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایشیا ایک جسم کی مانند ہے اور افغانستان اس کا دل ہے۔ اگر دل بے چین ہو گا تو پورا جسم بے چین رہے گا۔
- قبورِ اسلاف پر حاضری: اس مثنوی میں سلطان محمود غزنوی اور شہنشاہ بابر کے مزارات پر حاضری کا حال اور وہاں ماگی جانے والی دعائیں شامل ہیں، جو سوز و گداز سے بھرپور ہیں۔

ملوکیت اور جمہوریت پر تنقید

مثنوی مسافر میں علامہ اقبال نے مغربی استعمار، ملوکیت اور لادین جمہوریت پر کڑی تنقید کی ہے۔ وہ افغان قوم کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ مغرب کی ظاہری چمک دک اور ان کی تہذیب کی اندھی تقلید سے بچیں اور قرآن پاک کے انقلابی قوانین کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ یہ مثنوی ملتِ اسلامیہ کے اتحاد اور خودداری کا ایک بہترین منشور ہے۔

(ج) اقبال اور گول میز کانفرنس

تاریخی پس منظر

برصغیر پاک و ہند کے آئینی مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لیے برطانوی حکومت نے لندن میں تین گول میز کانفرنسیں (Round Table Conferences) منعقد کیں۔ علامہ اقبال نے ان میں سے دوسری (1931ء) اور تیسری (1932ء) گول میز کانفرنس میں مسلم وفد کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے شرکت کی۔ یہ وہ دور تھا جب 1930ء کے خطبہ الہ آباد میں اقبال پہلے ہی مسلمانوں کے لیے ایک الگ خطے (پاکستان) کا تصور پیش کر چکے تھے، چنانچہ ان کانفرنسوں میں ان کی شرکت مسلم حقوق کے تحفظ کے لیے انتہائی کلیدی تھی۔

دوسری گول میز کانفرنس (1931ء) میں کردار

دوسری کانفرنس میں علامہ اقبال نے وفد کے دیگر اراکان کے ہمراہ مسلمانوں کے جداگانہ طریقہ انتخاب، صوبائی خود مختاری اور مسلم اکثریتی صوبوں (پنجاب اور بنگال) میں مسلمانوں کی آبادی کے تناسب سے نشستوں کے حصول کے لیے بھرپور آواز اٹھائی۔ کانفرنس کے دوران جب ہندو رہنما (بشمول گاندھی) مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کرنے میں لیت و لعل سے کام لے رہے تھے، تو اقبال نے نہایت جرات مند انداز اور اصولی موقف اختیار کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ ہندوستان میں مستقل امن اسی وقت ممکن ہے جب مسلم حقوق کو آئینی تحفظ دیا جائے۔

کانفرنس سے مایوسی اور متبادل سوچ

اقبال جلد ہی سمجھ گئے کہ برطانوی حکومت اور ہندو اکثریت (کانگریس) مخلص نہیں ہیں اور وہ مسلمانوں کو ایک دائمی اقلیت بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ کانفرنس کی ناانصافیوں اور تعطل سے مایوس ہو کر اقبال نے کانفرنس کی فیڈرل سٹرکچر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا اور متبادل راستوں پر غور شروع کیا۔ اسی دوران انہوں نے لندن میں قیام کے دوران یورپی دانشوروں سے ملاقاتیں کیں اور اسلام کے آفاقی نظام کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ان کانفرنسوں کے تجربے نے اقبال کے اس نظریے کو مزید پختہ کر دیا کہ برصغیر کے مسلمانوں کا مستقبل ایک آزاد مسلم ریاست کے قیام سے ہی محفوظ ہو سکتا ہے۔

سوال نمبر 3: علامہ اقبال 1905ء تا 1908ء یورپ میں رہے۔ بتائیے کہ قیام یورپ کے بعد اقبال کی فکر میں کیا تبدیلیاں رونما

ہوئیں، بالخصوص ان کے نظریہ وطنیت و ملت کے حوالے سے۔

مقدمہ



یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

علامہ اقبال کی زندگی اور فکر میں قیام یورپ (1905ء سے 1908ء) ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یورپ جانے سے قبل اقبال کی شاعری اور فکر کا ایک بڑا حصہ روایتی حب وطنی، ہندو مسلم اتحاد اور مقامی قومیت کے جذبات سے مغلوب تھا، جس کی بہترین مثال ان کی نظم "ترانہ ہندی" (سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا) ہے۔ لیکن جب وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان اور جرمنی گئے، تو وہاں انہوں نے مغربی تہذیب، ان کے سیاسی نظام، قومیت کے فلسفے اور استعماری عزائم کا گہرائی سے مشاہدہ کیا۔ اس مشاہدے نے ان کے فکری افق کو یکسر بدل دیا اور وہ محب وطن (Nationalist) شاعر سے بدل کر ایک آفاقی مسلم مفکر اور شاعر اسلام بن گئے۔

نظریہ وطنیت (Nationalism) کا رد اور متبادل

مغربی دنیا میں قومیت یا وطنیت کی بنیاد جغرافیائی حدود، زبان اور نسل پر تھی۔ اقبال نے دیکھا کہ اسی جغرافیائی قومیت نے یورپ کو خونی جنگوں، ملوکیت اور ایک دوسرے پر قبضے کی آگ میں دھکیل رکھا ہے۔ مغرب کا "وطن" ایک سیاسی بت بن چکا تھا جو انسانیت کو تقسیم کر رہا تھا۔ یورپ سے وابستگی پر انہوں نے اس مغربی تصور وطنیت پر کاری ضرب لگائی اور اپنی مشہور نظم "وطنیت" (جو بانگِ درا میں شامل ہے) میں فرمایا:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیر بن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

اقبال کے نزدیک جغرافیائی حدود پر استوار قومیت انسانوں کے درمیان نفرت پیدا کرتی ہے، جبکہ اسلام ایک ایسے آفاقی معاشرے کا داعی ہے جس کی بنیاد زمین پر نہیں بلکہ ایک مشترکہ عقیدے (توحید و رسالت) پر ہو۔

نظریہ ملت (Pan-Islamism) کا فروغ

قیام یورپ کے بعد اقبال کا سب سے بڑا فکری انقلاب "ملتِ اسلامیہ" یا امتِ مسلمہ کے آفاقی تصور کا پختہ ہونا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ دنیا بھر کے مسلمان ایک ہی جسم کی مانند ہیں، چاہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں رہتے ہوں۔ وطنیت کے مقابلے میں انہوں نے "ملتِ اسلامیہ" کا متبادل پیش کیا اور "ترانہ ہندی" کے مقابلے میں "ترانہ ملی" لکھا، جس کا مٹ مطلع تھا:

چین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اب ان کے نزدیک مسلمان کسی ایک جغرافیائی خطے کا پابند نہیں رہا، بلکہ کلمہ طیبہ اس کا حقیقی وطن بن گیا۔ انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد نسل، رنگ یا زبان پر نہیں بلکہ دین پر ہے:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار قومِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

مغربی تہذیب کا تنقیدی جائزہ

یورپ کے قیام نے اقبال کو مغربی علوم (فلسفہ، معاشیات، قانون) کے اندرونی تضادات کو سمجھنے کا موقع دیا۔ وہ مغرب کی سائنسی اور عقلی ترقی کے تو معترف تھے، لیکن وہاں کی لادینیت، اخلاقی پستی، مادہ پرستی اور سرمایہ دارانہ نظام کے شدید ناقد بن گئے۔ انہوں نے بھانپ لیا تھا کہ یہ تہذیب اپنے ہی اندرونی تضادات کی وجہ سے خود کشی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ انہوں نے اسی دور میں پیٹنگوٹی کی تھی:



[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](#)

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکان نہیں ہے کھر اجسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زرِ کم عیار ہو گا تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہو گا

نتیجہ فکر

خلاصہ یہ کہ قیامِ یورپ نے علامہ اقبال کی فکر کو محدود مقامی سیاست اور روایتی شاعری کے دائرے سے نکال کر ایک عالمگیر مشن عطا کیا۔ انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ وہ انگریز کی غلامی اور ہندو اکثریت کے خوف سے نکلنے کے لیے اپنی اسلامی شناخت اور ملی بیداری کو ہتھیار بنائیں۔ یہی وہ فکری تبدیلی تھی جس نے آگے چل کر "تصورِ پاکستان" کی بنیاد رکھی۔

سوال نمبر 4: اقبال کے شعری مجموعے "بانگِ درا" کا مکمل تعارف پیش کیجیے۔

مقدمہ اور تاریخی اہمیت

"بانگِ درا" (جس کا مطلب ہے: کاروان کے چلنے کی گھنٹی کی آواز) علامہ اقبال کا پہلا اردو شعری مجموعہ ہے، جو ستمبر 1924ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب اقبال کے 20 سالہ اردو شعری سفر کا نچوڑ اور تاریخی دستاویز ہے۔ اس مجموعے کا مقدمہ اس وقت کے نامور نقاد اور اقبال کے دوست شیخ عبد القادر نے لکھا تھا۔ یہ کتاب برصغیر کے مسلمانوں کے لیے غفلت کی نیند سے بیدار کرنے والی ایک پکار ثابت ہوئی، جس نے سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر کے منزل کی طرف روانہ ہونے کا حوصلہ دیا۔

کتاب کی اندرونی ساخت اور ابواب

"بانگِ درا" کو علامہ اقبال نے خود فکری ارتقا کے لحاظ سے تین واضح حصوں یا دوروں میں تقسیم کیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

1- پہلا دور (1905ء تک - قیامِ یورپ سے پہلے)

یہ اقبال کی شاعری کا ابتدائی دور ہے۔ اس دور کے کلام میں رومانیت، قدرت کے مناظر سے محبت، حب وطنی اور ہندو مسلم اتحاد کا رنگ نمایاں ہے۔ اقبال اس دور میں برصغیر کی آزادی کے خواہاں ہیں اور وطن کے ذرے ذرے کو دیوتا سمجھتے ہیں۔

- نمایاں نظمیں: "ہمالہ" (اقبال کی پہلی مطبوعہ نظم)، "گل رنگیں"، "شمع پروانہ"، "ترانہ ہندی"، "نیا شوالا"۔
- فکری رنگ: حب وطنی اور انسان دوستی۔

2- دوسرا دور (1905ء تا 1908ء - قیامِ یورپ کا دور)

یہ وہ دور ہے جب اقبال انگلستان اور جرمنی میں مقیم تھے۔ اس دور میں ان کا کلام مختصر ہے لیکن فکری اعتبار سے بہت گہرا ہے۔ اس دور میں وہ مغربی تہذیب کا گہرا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان پر واضح ہوتا ہے کہ جغرافیائی قومیت انسانیت کی دشمن ہے۔ ان کا رجحان حب وطنی سے ہٹ کر اسلامی آفاقیت کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔

- نمایاں نظمیں: "محبت"، "حقیقتِ حسن"، "پیامِ عشق"، "وصال"۔
- فکری رنگ: مغربی تہذیب سے بیزاری اور حقیقی عشق کا تصور۔



[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](#)

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

3۔ تیسرا دور (1908ء تا 1924ء)۔ یورپ سے واپسی کے بعد کا دور

یہ "بانگِ درا" کا سب سے اہم، طویل اور شاہکار حصہ ہے۔ یورپ سے واپسی پر اقبال ایک مکمل حکیم الامت اور مصلح ملت بن کر ابھرتے ہیں۔ اس دور کی شاعری کا مقصد صرف شاعری نہیں بلکہ ملتِ اسلامیہ کی بیداری، اسلاف کی عظمت کا احیاء اور مسلمانوں کو دوبارہ دنیا کی امامت کے لیے تیار کرنا ہے۔ اس دور میں ان کے بنیادی نظریات جیسے خودی، مردِ مومن اور عشقِ رسول ﷺ کھل کر سامنے آتے ہیں۔

- نمایاں نظمیں: "شکوہ"، "جوابِ شکوہ"، "شع و شاعر"، "طلوعِ اسلام"، "حضرِ راہ"۔
- فکری رنگ: ملی بیداری، فلسفہ خودی اور اسلامی انقلاب۔

بچوں کے لیے نظمیں

"بانگِ درا" کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ابتدائی حصے میں بچوں کے لیے انتہائی سبق آموز اور خوبصورت نظمیں شامل کی گئی ہیں، جو اخلاقی تربیت کا بہترین ذریعہ ہیں۔ ان میں "بچے کی دعا" (لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری)، "ایک گائے اور بکری"، "ایک مکڑ اور کبھی"، "ایک پہاڑ اور گلہری" اور "ہمدردی" شامل ہیں۔

فنی و لسانی خصوصیات

فنی اعتبار سے "بانگِ درا" میں غزلیں اور نظمیں دونوں شامل ہیں۔ اقبال نے اس کتاب میں اردو زبان کو نئی تراکیب، تشبیہات اور استعارات سے نوازا۔ ان کا اسلوب بیان نہایت پر شکوہ، خطیبانہ اور دلشیں ہے۔ "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" جیسی نظمیں مسدس کی ہیئت میں ہیں، جن کی روانی اور شعری آہنگ قاری کو مسحور کر دیتا ہے۔

حاصل کلام

"بانگِ درا" محض ایک شعری مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی، فکری اور ملوکیتا غلامی سے آزادی کا ایک مکمل منشور ہے۔ یہ کتاب اقبال کے فکری سفر کا آئینہ ہے جو زمین سے شروع ہو کر آسمانِ اسلام پر محیط ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر 5: فکرِ اقبال کے تخلیقی دور 1908ء تا 1924ء میں ہونے والی سرگرمیوں پر روشنی ڈالیے۔

مقدمہ

1908ء میں جب علامہ اقبال یورپ سے اعلیٰ تعلیم (بار ایٹ لاء اور پی ایچ ڈی) حاصل کر کے وطن واپس لوٹے، تو یہاں سے ان کی زندگی کا سب سے متحرک، زرخیز اور تخلیقی دور "شروع ہوتا ہے جو 1924ء (بانگِ درا کی اشاعت) تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ وہ دور تھا جب نہ صرف علامہ اقبال اپنی فکر کے عروج پر تھے، بلکہ برصغیر اور پوری مسلم دنیا شدید سیاسی بحرانوں (مثلاً جنگِ بلقان، جنگِ عظیم اول، سقوطِ خلافتِ عثمانیہ اور تحریکِ خلافت) سے گزر رہی تھی۔ ان حالات میں اقبال نے متعدد فکری، علمی، ادبی اور سیاسی سرگرمیاں سرانجام دیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ وکالت کا پیشہ اور معاشی سرگرمیاں



[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](#)

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں MrPakistani ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

یورپ سے واپسی پر علامہ اقبال نے لاہور ہائی کورٹ میں مستقل طور پر وکالت کا آغاز کیا۔ وکالت ان کا ذریعہ معاش تھی، لیکن انہوں نے اسے کبھی اندھی کمائی کا ذریعہ نہیں بنایا۔ وہ صرف سچے اور اصولی مقدمات لیتے تھے اور غریبوں کی اکثر مفت مدد کرتے تھے۔ وکالت کے ساتھ ساتھ وہ کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ اور انگریزی کے عارضی پروفیسر بھی رہے، لیکن بعد میں انہوں نے خود کو آزادانہ علمی کاموں کے لیے وقف کرنے کی خاطر تدریس چھوڑ دی۔

2- انجمن حمایت اسلام سے وابستگی

اس تخلیقی دور میں اقبال کی سب سے اہم سماجی اور تعلیمی سرگرمی "انجمن حمایت اسلام" لاہور سے ان کا گہرا تعلق تھا۔ وہ اس انجمن کے جلسوں میں اپنی لازوال اور شاہکار نظمیں خود ترمیم سے پڑھتے تھے، جسے سن کر پورا مجمع تڑپ اٹھتا تھا اور مسلم تعلیمی فنڈز کے لیے دل کھول کر عطیات دیتا تھا۔ اسی پلیٹ فارم سے انہوں نے "شکوہ"، "جواب شکوہ"، "شع و شاعر" اور "طلوع اسلام" جیسی نظمیں پیش کیں، جنہوں نے مسلمانوں میں ایک نیا سیاسی و مذہبی ولولہ پیدا کیا۔

3- عظیم فکری کتب کی تخلیق

یہ دور اقبال کی تخلیقی صلاحیتوں کا سنہری دور مانا جاتا ہے۔ اسی دور میں انہوں نے اپنے فلسفے کو عالمی سطح پر پیش کرنے کے لیے اردو کے ساتھ ساتھ فارسی زبان کو اپنا ذریعہ اظہار بنایا اور یکے بعد دیگرے کئی شاہکار کتابیں لکھیں:

- اسرارِ خودی (1915ء): یہ فارسی مثنوی اقبال کے "فلسفہ خودی" کی پہلی باقاعدہ دستاویز تھی، جس نے دنیا بھر کے دانشوروں کو چونکا دیا۔
- رموزِ خودی (1918ء): اس مثنوی میں انہوں نے فرد اور معاشرے (ملت) کے باہمی تعلق کو واضح کیا۔
- پیامِ مشرق (1923ء): جرمن شاعر گوئٹے کے دیوان کے جواب میں لکھی گئی یہ کتاب مشرق اور مغرب کے فکری مکالمے پر مبنی ہے۔
- بانگِ درا (1924ء): اس تخلیقی دور کا اختتام ان کے پہلے اردو مجموعے کی اشاعت پر ہوا، جس نے اردو شاعری کا رخ موڑ دیا۔

4- فلسفہ خودی اور مردِ مومن کی تدوین

اسی دور (1908-1924) میں اقبال نے اپنے شہرہ آفاق نظریات "خودی (Selfhood)" اور "مردِ مومن (Ideal Man)" کو فکری طور پر مدون کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب اپنی خودی کو بھلا دینا اور مغرب کی ذہنی غلامی اختیار کرنا ہے۔ انہوں نے دنیا کے سامنے واضح کیا کہ انسان اپنی خودی کو بلند کر کے کائنات کی ہر قوت پر غالب آسکتا ہے۔

5- سیاسی بیداری اور راہنمائی

اگرچہ اقبال اس دور میں باقاعدہ انتخابی سیاست سے دور رہے، لیکن وہ پہلے پردہ مسلم لیگ اور دیگر مسلم رہنماؤں کی فکری راہنمائی کر رہے تھے۔ وہ مسلم دنیا کے حالات، خصوصاً ترکی پر انگریزوں کے مظالم اور خلافت کے خاتمے پر شدید بے چین تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو انگریزوں کی چالوں سے ہوشیار کیا اور انہیں ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے کی ترغیب دی۔

6- سر (Sir) کا خطاب

اقبال کی علمی اور ادبی خدمات کے اعتراف میں برطانوی حکومت نے 1923ء میں انہیں "سر (Sir)" کے باوقار خطاب سے نوازا۔ اگرچہ اقبال نے یہ خطاب قبول کر لیا، لیکن انہوں نے اپنی حق گوئی اور انگریزوں کی استعماری پالیسیوں پر تنقید کو کبھی ترک نہیں کیا۔



[یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔](#)

تمام کلاسز کی حل شدہ مشقیں [MrPakistani](http://MrPakistani.com) ویب سائٹ سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔

خلاصہ دور

1908ء سے 1924ء کا دور اقبال کی زندگی کا وہ زرخیز ترین تخلیقی دور ہے جس میں انہوں نے امت مسلمہ کے امراض کی صحیح تشخیص کی اور اپنی لازوال شاعری اور کتب کے ذریعے انہیں "نسخہ گیمیا" فراہم کیا۔ اسی دور کی محنت نے انہیں "حکیم الامت" کے مرتبے پر فائز کیا۔



یونیورسٹی کی تمام معلومات حاصل کرنے کے لیے ہمارا واٹس ایپ گروپ جوائن کریں۔